24

جماعت احمدیہ کو اپنی ذہنیت ملّی رنگ میں ڈھالنے کی کوشش کرنی چاہیئے

(فرمودہ 5 جولائی 1946ء بمقام ڈلہوزی)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

"بعض انسانی قوتیں اِس قسم کی ہیں کہ بظاہر وہ قدرت کا ایک عطیہ معلوم ہوتی ہیں مگر اس کے ساتھ ان میں کمی بیشی کا بھی امکان ہوتا ہے اور وہ کمی بیشی فردی، قومی اور نسلی کوشش سے پیدا ہو سکتی ہے۔ مثلاً بظاہر نظر، قدرت کا ایک عطیہ ہے اور دیکھنا طبیعت اور قانون کا ایک فعل ہے لیکن اس میں بھی کمی بیشی کی جاسکتی ہے اور کمزور نظر تیز کی جاسکتی ہے۔ چنانچہ جب ہم زیادہ غور کے ساتھ دیکھتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ بعض اقوام کی نظر تیز ہوتی ہے اور بعض اقوام کی نظر کمزور ہوتی ہے۔ یہ فرق قوموں کے خاص پیشوں اور احتیاط کے نتیجہ میں ہوتا ہے۔ پڑھنے لکھنے والی قوموں کی آنکھیں لمبی ہو جاتی ہیں اور اُن کی نظر کمزور ہو جاتی ہے۔ بعض قسم کی پیشہ ور اقوام ایسی ہیں جن کی نظر بہت تیز ہوتی ہے۔ گو اَب وہ اقوام پائی نہیں جاتیں۔ مثلاً شکاریوں کی ایک قوم نَسلاً بَعْدَ نَسلٍ شکار کرتی چلی جاتی تھی اور شکار میں تیز نظر کی ضرورت ہے اُن کی نظر اِس پیشہ کی وجہ سے تیز ہو جاتی تھی۔ شکار ایک ایسا پیشہ ہے جس میں نظر کی تیزی کی بہت ضرورت ہوتی ہے۔ پس نظر کی متواتر مشق کی وجہ سے اور نظر کی تیزی کی طرف خاص توجہ ہونے کی وجہ سے نَسلاً بَعْدَ نَسلٍ ان اقوام کی نظر تیز ہوتی چلی جاتی تھی۔

جہاں نظر، اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہے وہاں چند اَور چیزیں بھی ایسی ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطیہ ہیں۔ مگر انسان کی متواتر کوشش سے ان میں کمی بھی اور بیشی بھی ہو سکتی ہے۔ ان میں سے ایک ذہن بھی ہے۔ اگر انسان ذہن کی تیزی کے لئے کوشش کرے تو اس میں بہت حد تک جِلا پیدا ہو سکتا ہے۔ سینڈو 1 نے ورزش کے جو اصول نکالے ہیں وہ ایسے نہیں جو پہلے کسی کو معلوم نہ تھے اور صرف اسی نے معلوم کئے بلکہ وہ طریقے لوگوں کو پہلے بھی معلوم تھے۔ اس نے جو فرق پیدا کیا وہ صرف یہ ہے کہ اس نے ورزش کرنے والوں کو توجہ دلائی کہ ورزش کرنے والوں کو اس بات کا احساس ہونا چاہئے کہ ہم کیا کچھ بننا چاہتے ہیں۔ اور جو کوشش ہم کرتے ہیں اس کا طبعی نتیجہ ضرور نکلے گا۔ اگر طبعی نتیجہ نہیں نکلتا تو ورزش کرنے والے کو جان لینا چاہئے کہ میرے اندر کوئی کمزوری ہے جس کی وجہ سے میرے جسم میں سڈول پن اور میرے اعصاب میں طاقت اور میرے مَسلز میں قوت نہیں آ رہی۔ جس طرح ان چیزوں کو فردی رنگ میں تیز کیا جاتا ہے اُسی طرح ان چیزوں کو قومی اور ملّی رنگ میں بڑھایا جا سکتا ہے۔ اور جس طرح اس قوم کے افراد ان چیزوں سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں دوسرے آدمی اس طور پر فائدہ حاصل نہیں کر سکتے۔ دنیا صرف مادی قواعد سے ہی نہیں چلتی بلکہ ان قواعد کے ساتھ کچھ نفسیاتی قواعد بھی ہیں جو ان مادی قواعد سے مل کر نتیجہ پیدا کرتے ہیں۔ مثلاً حافظہ ہے۔ یہ کسی کا کمزور اور کسی کا مضبوط ہوتا ہے۔ بظاہر حافظہ کی کمزوری پیدائش سے تعلق رکھتی ہے۔ ایک ہی ماں باپ سے پیدا ہونے والے بچوں میں سے کسی کا حافظہ تیز ہوتا ہے اور کسی کا حافظہ کمزور ہوتا ہے۔ ایک ہی خاندان کے افراد میں سے کسی کا حافظہ تیز ہوتا ہے اور کسی کا حافظہ کمزور ہوتا ہے۔ لیکن باوجود اس کے حافظہ کو گھٹایا یا بڑھایا جا سکتا ہے۔ بعض خاص قسم کے قواعد ہیں جن پر عمل کرنے سے قوتِ حافظہ تیز ہو جاتی ہے اور اُن قواعد کو اگر نظر انداز کر دیا جائے تو حافظہ کم ہو جاتا ہے۔ حافظہ بے شک ایک طبعی چیز ہے لیکن ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ اسے گھٹایا بڑھایا بھی جا سکتا ہے۔

قومی ترقی منحصر ہے قومی ذہن پر۔ اگر افراد میں قومی ذہنیت پیدا نہیں ہوتی تو قوم کا ترقی کرنا بالکل محال ہے۔ لیکن جو قومیں اپنے اندر قومی ذہنیت پیدا کر لیتی ہیں وہ دوسری قوموں پر

سبقت لے جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ جب کسی قوم کو اُٹھانے کا فیصلہ کرتا ہے تو اُس کے ذہن کو تیز کر دیتا ہے اور جب کسی قوم کو گرانے کا فیصلہ کرتا ہے تو ان کے ذہن کو کمزور کر دیتا ہے۔ حافظہ کی قوت بظاہر ان میں موجود ہوتی ہے لیکن جو ذہن غالب قوم کا ہوتا ہے وہ ان کا نہیں ہوتا۔ وہ بات بات پر رُک جاتے ہیں اور اپنے اُلجھے ہوئے مسائل کو حل نہیں کر سکتے لیکن اگر کتابوں کے یاد کرنے کا سوال آئے تو وہ ایسی فرفر سناتے ہیں کہ ان کے حافظہ کی داد دینی پڑتی ہے۔ لیکن باوجود اس کے جب کبھی قومی مقابلہ کا وقت آتا ہے تو وہ ہار جاتے ہیں اور وہ قوم جو بظاہر ذہنی طور پر اور اعصابی طور پر کمزور نظر آتی تھی جیت جاتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے جماعتی ذہن کے متعلق فیصلہ فرما دیا ہوتا ہے کہ وہ جیت جائیں اور یہ لوگ جو جسم کے لحاظ سے ان جیت جانے والوں سے کم نہیں تھے ہار جاتے ہیں۔ آخر کیا چیز تھی جس نے ان کو غالب اور ان کو مغلوب کر دیا؟ وہ قومی ذہن کی تیزی تھی۔ ذہن ایک ایسی چیز ہے جو تمام انسانی قویٰ کی کنجی ہے۔ قوتِ ارادی جو انسان کو کام کرنے پر آمادہ کرتی ہے اور ذہن کے ماتحت ہے اگر ذہن پورے طور پر صحیح خطرہ یا صحیح فائدہ کو نہیں سمجھے گا تو قوتِ ارادی بھی پوری تیاری نہیں کرے گی۔ ذہن جتنا تیز ہو گا اُتنی ہی قوتِ ارادی بھی تیز ہو گی۔ کیونکہ ذہن تمام حالات کا جائزہ لیتا ہے اور قوت ارادی اس کے جائزہ کے مطابق تیاری کرتی ہے۔ اگر ذہن حالات کو صحیح شکل میں پیش کرتا ہے تو قوتِ ارادی صحیح رنگ میں کام کرتی ہے اور اگر غلط طور پر پیش کرتا ہے تو قوتِ ارادی غلط قدم اٹھاتی ہے۔ اگر کسی کا ذہن تیز نہیں تو صرف قوت ارادی اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔ فرض کرو ایک شخص کی قوتِ ارادی بہت مضبوط ہے اور وہ فیصلہ کرتا ہے کہ مَیں پہاڑ سے کُود پڑوں گا۔ ایسے شخص کی قوتِ ارادی خواہ کتنی ہی مضبوط ہو۔ وہ پہاڑ سے چھلانگ لگا کر بچ نہیں سکتا اور اس کی قوتِ ارادی کی مضبوطی اسے کوئی فائدہ نہیں دے سکتی۔ تمام لوگ ایسے شخص کو پاگل اور بے وقوف کہیں گے۔ اگر اسے ذہن بھی ملا ہوتا تو وہ اس حرکت سے اجتناب کر کے کسی معقول ذریعہ سے اپنے مقصد کے حل کی کوشش کرتا۔ پس قوتِ ارادی کے ساتھ ذہن کی تیزی نہایت ضروری چیز ہے۔ یہ خدائی قانون ہے کہ اگر انسان ان ذرائع کو استعمال کرے جو خدا تعالیٰ نے اَذہان کو تیز کرنے کے لئے مقرر کئے ہیں تو اَذہان میں بہت حد تک تیزی پیدا ہو جاتی ہے۔

جس طرح انفرادی ذہن کے لئے کوشش کی ضرورت ہے اِسی طرح قوموں میں قومی ذہنیت بھی بہت کوشش سے پیدا ہوتی ہے۔ فردی لحاظ سے کئی لوگ بہت زیرک اور ہوشیار ہوتے ہیں لیکن جب وہ قومی طور پر کسی قوم کے مقابلے میں آتے ہیں تو ہار جاتے ہیں کیونکہ ان کا ذہن قومی ذہن نہیں ہوتا اور وہ فرداً فرداً کام کرنے کے عادی ہوتے ہیں۔ اس لئے اجتماعی طور پر وہ کام کر ہی نہیں سکتے۔ ان کی مثال ایسی ہی ہوتی ہے جیسے قیمتی سے قیمتی ہیرے، قیمتی سے قیمتی لعل اور قیمتی سے قیمتی زمرد بے جوڑ طور پر ایک انگوٹھی میں جوڑ دیئے جائیں تو کوئی شخص انہیں پسند نہیں کرے گا۔ اور خواہ ان کی قیمت کئی لاکھ روپیہ ہو کوئی انہیں سینکڑوں میں لینے پر بھی آمادہ نہ ہوگا۔ لیکن معمولی سے معمولی قیمت کے پتھر عمدہ طریق سے مناسبت کے ساتھ جوڑ کر انگوٹھی میں لگائے جائیں تو ان پچاس ساٹھ روپے کے پتھروں کے سینکڑوں ہزاروں گاہک پیدا ہو جائیں گے۔ اسی طرح قومی ذہن کے معنے یہ ہیں کہ ان لوگوں کے ذہنوں میں باہمی مناسبت ہو۔ اگر ذہین قوموں کے حالات کو ہم بغور دیکھیں تو ہمیں نظر آتا ہے کہ ذہن ہی ہے جو ان کی اصل کامیابی کا موجب ہوتا ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ اذہان اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطیہ ہوتے ہیں لیکن ایک لمبے تجربہ سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی ہے کہ ایک حد کے اندر جذبات، عزم، محبت اور ارادے اور ایسی ہی دوسری قوتیں کم و بیش ہو جاتی ہیں۔ گویا ایک چیز اللہ تعالیٰ بناتا ہے اور اس کی تراش خراش کا اختیار انسان کے ہاتھ میں دے دیتا ہے۔ مثلاً گلاب کا پودا ہے۔ گارڈینیا کا پودا ہے، ڈرانٹے کا پودا ہے یہ سب پودے خدا تعالیٰ نے بنائے ہیں لیکن اسے سجانے کی قوت پھر اللہ تعالیٰ نے انسان کو عطا کی ہے۔ اگر اسے اسی شکل میں چھوڑ دیا جائے جس میں خدا تعالیٰ نے اسے پیدا کیا ہے اور اس کی تراش خراش نہ کی جائے تو اس میں دیدہ زیبی کا کوئی سامان پیدا نہیں ہوگا۔ لیکن جب ڈرانٹے پر مالی کی قینچی چلتی ہے، جب گارڈینیا پر مالی کی قینچی چلتی ہے تو اس کی شکل بالکل بدل جاتی ہے۔ کہیں اس کی گنبد کی شکل بن جاتی ہے اور کہیں اس کے پودے دیواریں اور دروازے نظر آنے لگتے ہیں۔ اسی طرح ڈرانٹے کا درخت مالی کی قینچی چلنے کے بعد نہایت خوشنما شکل اختیار کر لیتا ہے۔ کہیں اس کے بنے ہوئے عمود اور ستون نظر آتے ہیں اور کہیں خوشنما دروازے اور دیواریں نظر آتی ہیں۔ اِسی طرح گلاب کا پودا اپنی ذات میں

اتنا خوبصورت نظر نہیں آتا جتنا وہ اس وقت خوبصورت نظر آتا ہے جب اس کے پھول گلدستہ میں لگے ہوئے ہوں۔ پس ایک قسم کی خوبصورتی پیدا کرنے کی طاقت اللہ تعالیٰ نے انسان کو بھی دی ہے اور ہر چیز جو انسان کے فائدہ کے لئے بنائی گئی ہے اس کے اندر وہ ایک مزید خوبصورتی پیدا کر دیتا ہے۔ جتنے پیوندی درخت ہیں یہ سب انسان کی خوبصورتی پیدا کرنے کی طاقت کا نتیجہ ہیں۔ آم، آڑو، سیب اور مختلف قسم کے پھل سب کے سب اپنی ذات میں اچھی چیز ہیں۔ لیکن انسان ان کو آپس میں پیوند لگا کر اُن کی نئی نئی شکلیں بنا دیتا ہے۔ جس طرح انسان آموں میں، انگوروں میں، سیب میں، ناشپاتی میں، آڑوؤں میں، آلوچوں اور دوسرے پھلوں میں تغیر و تبدّل کر سکتا ہے اسی طرح انسان اپنی قوتوں اور اپنی طاقتوں میں بھی تغیر و تبدّل کر سکتا ہے اور اپنے ذہن کو فردی اور قومی بنا سکتا ہے۔ یہی چیزیں ہیں جن سے قومیں جیتتی ہیں۔ کوئی قوم صرف اپنے مال اور اپنے سامان کی وجہ سے نہیں جیت سکتی۔

دیکھو عام طور پر مالدار لوگوں کی نیندیں حرام ہو جاتی ہیں اور ہر وقت انہیں چوری کا خدشہ لگا رہتا ہے۔ لیکن مغربی قوموں میں چونکہ قومی ذہنیت پیدا ہو چکی ہے اس لئے انہوں نے بنک بنائے اور اس روپے سے سائنس اور انڈسٹری کے سامان خریدے اور ان سے ایجادیں کر کے اَور زیادہ روپے کمانے کے ذرائع نکالے اور کمپنیاں بنا کر تجارت کو اتنی وسعت دی کہ ایشیائی لوگ ان کے سامنے کھڑے بھی نہیں ہو سکتے۔ ان کی تجارت کی وسعت کی سب سے بڑی وجہ یہی ہے کہ وہ قومی مفاد کو مقدم رکھتے ہیں اور فردی مفاد کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ مسلمانوں کے تنزّل کی سب سے بڑی وجہ یہی ہے کہ وہ انفرادی طور پر فوائد حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور دوسرے بھائیوں کے مفاد کا خیال نہیں رکھتے۔ وہ قومی مفاد کے نام سے ناآشنا ہیں۔

ہماری جماعت کو اس بات کی طرف خاص توجہ کرنی چاہئے کہ اس میں قومی ذہنیت پیدا ہو جائے کیونکہ ہماری جماعت ایک انتظامی جماعت ہے اور وہ جماعتی طور پر ہی ترقی کر سکتی ہے۔ فردی طور پر ساری دنیا تو کیا ہم ایک ملک میں بھی اپنا اثر اور نفوذ قائم نہیں کر سکتے۔ ایک ملک تو کیا صرف پنجاب میں بھی اپنا اثر و نفوذ قائم نہیں کر سکتے۔ پنجاب تو کیا صرف گورداسپور میں بھی

اپنا اثر و نفوذ قائم نہیں کر سکتے۔ گورداسپور تو کیا صرف قادیان میں بھی اپنا اثر و نفوذ قائم نہیں کر سکتے۔ اگر ہمارا اثر و نفوذ کوئی چیز قائم کر سکتی ہے تو وہ ملّی جذبہ ہے۔ اگر ہمارے اندر ملّی جذبہ پیدا ہو جائے تو ہم یقیناً ساری دنیا پر غالب آ سکتے ہیں۔ ملّی جذبہ کی مثال ایک دریا کی طرح ہے اور انفرادی جذبہ کی مثال برسات کے پانی کی سی ہے۔ جب دریا بہتا ہے تو ہر چیز جو اُس کے رستہ میں آتی ہے تو اُسے ساتھ بہالے جاتا ہے اور انفرادی جذبہ خواہ کتنا ہی زبردست ہو وہ برساتی پانی کی مانند ہوتا ہے۔ برسات کا پانی بہتا ہے اور مختلف اطراف میں پھیل جاتا ہے اور اُس میں وہ زور نہیں ہوتا جو دریا کے بہاؤ میں ہوتا ہے۔ کیونکہ دریا نے اپنا ایک راستہ مقرر کر لیا ہوتا ہے لیکن برسات کے پانی کے لئے کوئی خاص رستہ مقرر نہیں ہوتا اِس لئے وہ اِدھر اُدھر پھیل جاتا ہے اور زیادہ دور نہیں جا سکتا۔ لیکن دریا جب بہتا ہے تو ارد گرد کی چھوٹی چھوٹی ندیاں آ کر اس میں شامل ہو جاتی ہیں اور اس کی طاقت کو بڑھا دیتی ہیں اور سمندر تک پہنچ جاتا ہے۔ یہی حال مجموعی ذہانت کا ہوتا ہے۔ پس ہماری جماعت کو اپنی ذہنیت ملّی رنگ میں ڈھالنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ ملّی اور قومی ذہنیت کے مواقع ہر انسان کو پیش آتے رہتے ہیں۔ مثلاً اگر دو نوجوان ایک کمرے میں رہتے ہیں اور وہ ایک دوسرے سے تعاون کرتے ہیں، ایک دوسرے کے لئے آرام کا موجب بنتے ہیں تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ ان میں ملّی ذہانت پائی جاتی ہے۔ لیکن اگر وہ لڑتے جھگڑتے ہیں اور بجائے ایک دوسرے سے تعاون کرنے کے عدمِ تعاون کا رویہ اختیار کرتے ہیں تو ہم کہیں گے کہ وہ ملّی ذہنیت سے عاری ہیں۔ اِسی رنگ میں ہم بڑے اجتماع اور بڑی تنظیم کے متعلق اندازہ لگا سکتے ہیں کہ آیا اُن قوموں میں ملّی ذہنیت اور ملی جذبہ پایا جاتا ہے یا نہیں ایسے لوگ جو ملّی ذہنیت سے خالی ہوں خواہ وہ کتنے ہی ذہین اور قابل ہوں وہ قوم کے لئے عضوِ معطل کی طرح ہیں اور جماعت کے لئے زیادہ پریشانی کا موجب ہوتے ہیں۔ ان کی وہی حالت ہوتی ہے کہ۔

اے روشنی! طبع تُو بر من بلا شدی

جب کسی قوم کے افراد کی ذہنیت تو بلند ہو جائے لیکن ان میں تعاون کی روح موجود نہ ہو تو اُس قوم میں سخت ٹکراؤ پیدا ہو جاتا ہے اور یہ ذہنیت کی بلندی ان کے لئے تباہی کا موجب ہو جاتی ہے۔ ذہن اور حِسّ کی تیزی بے شک اچھی چیز ہے لیکن اگر تعاون کی روح نہ بڑھے۔ تو یہ حِسّ کی

تیزی بہت خطرناک صورت اختیار کر جاتی ہے۔ یہاں تک کہ ذہن اور حِسّ کی تیزی بعض اوقات انسان کے لئے وبالِ جان ہو جاتی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ بعض آدمیوں کو سخت سے سخت الفاظ بھی کہے جائیں تو اُن کی طبیعت پر گراں نہیں گزرتے اور بعض ایسے ہوتے ہیں کہ وہ ایک لفظ بھی نہیں سن سکتے۔ ہم عورتوں میں ہی دیکھتے ہیں کہ جو عورتیں کم حساس ہوتی ہیں ان کو ان کے خاوند ڈنڈے مارتے ہیں، سخت سے سخت الفاظ کہتے ہیں لیکن وہ اسی طرح چاق و چوبند رہتی ہیں۔ لیکن جو عورتیں حساس ہوتی ہیں ان کے خاوند نہ اُنہیں مارتے ہیں نہ ہی سخت الفاظ استعمال کرتے ہیں بلکہ وہ صرف خاوند کے ایک طعنہ پر ہی مر کر مٹی ہو جاتی ہیں اور چند دنوں کے بعد ہی خون تُھوکنے لگتی ہیں۔ مگر ایک وہ ہوتی ہیں کہ خاوند چوٹی سے پکڑ کر گھسیٹتا ہے، بھوکا رکھتا ہے لیکن ان کے چہرے اور ان کے جسم میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کی حِسّ تیز نہیں ہوتی۔ وہ ہر موقع پر ہنس کر کہہ دیتی ہیں چلو کیا ہوا۔ لیکن جو عورتیں حساس ہوتی ہیں وہ بات بات پر کہتی ہیں کہ ایسا کیوں ہوا؟ اور چھوٹی سے چھوٹی بات ان کو محسوس ہوتی ہے اور ان کو مسلول **2** بنا دیتی ہے۔ تو احساس کی ترقی انسان کے لئے تکلیف کا موجب بھی ہوتی ہے۔ اور ذہن کی ترقی کے معنے بھی دراصل حِسّ کی ترقی ہی کے ہیں۔ جس قوم میں ملّی تعاون مفقود ہو اوراس کے افراد کے ذہن ترقی کر جائیں تو یہ ذہنی ترقی ان کے لئے رحمت نہیں بلکہ زحمت ثابت ہوتی ہے اور ان کی دولت ان کے لئے عذاب بن جاتی ہے۔ وہ اگر فقر اور غربت کی حالت میں ہوتے تو اچھا تھا۔ اگر ان کا ذہن اور ان کا حافظہ تیز نہ ہوتا تو وہ آرام میں رہتے کیونکہ جتنا کسی قوم کا حافظہ تیز اور ذہن بلند ہو گا اُتنا ہی اس کے افراد میں نکتہ چینی کا مادہ زیادہ ہو گا اور وہ ہر وقت یہی سوچتے رہیں گے کہ فلاں کام ہونا چاہئے تھا نہیں ہوا۔ فلاں کام اس طور پر ہونا چاہئے تھا نہیں ہوا۔ لیکن چونکہ ان میں باہمی تعاون نہیں، قومی روح نہیں اس لئے وہ اپنے ارادوں کو عملی جامہ نہیں پہنا سکتے۔ اور ایسے لوگوں سے کام لینے والا شخص ان سب سے زیادہ دکھ میں ہوتا ہے کیونکہ وہ دیکھتا ہے کہ مَیں نے فلاں کام کرنے کے لئے کہا تھا لیکن ابھی تک نہیں ہوا۔ اگر اس کا حافظہ تیز نہ ہوتا تو وہ آرام میں رہتا اور وہ بھول جاتا کہ مَیں نے کسی کام کے کرنے کے لئے کہا تھا یا نہیں۔ لیکن اس کا حافظہ اسے وہ بات بھولنے نہیں دیتا۔ اگر اس کا ذہن

تیز نہ ہوتا تو وہ اس بات کے نہ ہونے سے جو نقائص پیدا ہوتے انہیں محسوس نہ کرتا اور ہر وقت کے دکھ میں نہ پڑتا۔

پس احساسات اور ذہن کی ترقی کے ساتھ باہمی تعاون کی روح نہایت ضروری ہے۔ جس قوم میں ذہنی ترقی بھی ہو اور باہمی تعاون بھی ہو کوئی قوم اُس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ ہمارے سپرد جو کام کیا گیا ہے وہ ملّی اور قومی کام ہے اور اسے قومی طور پر ہی سرانجام دیا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری ترقی کی بنیاد باہمی تعاون پر رکھی ہے اِس لئے ہمیں قومی ذہنیت پیدا کرنی چاہئے۔ اگر ہمارے افراد میں ملّی جذبہ نہیں تو وہ جتنا ترقی کریں گے اتنا ہی جماعت کے لئے فتنہ کا موجب بنیں گے۔ لیکن اگر ہماری جماعت کے افراد ایک طرف تو فردی ترقیات کی طرف قدم اٹھائیں اور دوسری طرف ملّی جذبہ ہر وقت ان کے پیش نظر رہے تو پھر سونے پر سہاگہ اور موتیوں میں دھاگہ والی بات ہو گی۔ اور جتنی ترقی جماعت کرے گی اُتنی ہی وہ افراد کی ترقی کا موجب بنے گی۔ اور جتنی ترقی افراد کریں گے اُتنے ہی وہ جماعتی ترقی کا موجب ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کے تمام فضل ہم پر نازل ہوں گے۔" (الفضل 13 جولائی 1946ء)

1: سینڈو: Sandow: (1867ء تا 1925ء) جرمنی کے علاقہ Konigsberg میں پیدا ہونے والا مشہور ریسلر اور باڈی بلڈر۔ اس کا پورا نام یوگین سینڈو تھا۔ اس نے ساری دنیا میں ہیلتھ کے حوالے سے بہت جدت پیدا کی اور فزیکل کلچر کو بہت فروغ دیا، برطانیہ میں اس حوالے سے ایک سکول بھی قائم کیا۔

(Everyman's Encyclopedia – Vol 10 – page 593 JM Dent & Sons Ltd 1978ء)

2: مسلول: سِل کی بیماری والا